قیام کتب خانے کے عوامل و محرکات

از: محمد عبدالحلیم چشتی، پی ایچ ڈی۔ سینئر لائبریرین بیرو یونیورسٹی، کانو، نائجیریا

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کتب خانہ انسانی تمدن و ثقافت کا اولین مظہر ہے اور یہ بنی نوع انسان کی ذہنی کاوشوں اور علمی تحقیقات و تخلیقات کا پاسبان ہے۔ جس قوم میں اس کا چلن رہا ہے یہ اس کی ذہنی رفعت اور علمی ترقی کا آئینہ دار رہا ہے۔ جس قوم میں کتابوں کی اکثریت اور کتب خانوں کی وسعت رہی ہے وہی قوم اقوام عالم میں حکمراں رہی۔ گو اس کی حکومت کسی مخصوص خطہ زمین پر محدود زمانہ تک رہی لیکن وہ اپنے علمی ورثہ کی وجہ سے برابر حکمرانی کرتی رہی ہے۔ یہی وہ پائیدار اور ناقابل فراموش نقوش ہیں جن سے اس قوم کو اقوام عالم میں ممتاز مقام حاصل ہے، مسلمانوں کے دور میں عباسی دور ہی ایک ایسا دور ہے جس میں کتب و کتب خانوں کا سب سے زیادہ چلن رہا ہے اور مسلمانوں نے اس دور میں جو تخلیقات و تحقیقات کی ہیں انہی کے سہارے یورپ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوا ہے۔ یہ قیام کتب خانہ کے ان عوامل و محرکات کا ثمرہ ہے جس نے براعظم ایشیا، افریقہ اور یورپ میں کتب خانوں کے اندر علمی و تحقیقی ثمرات کو ایک ایک کتب خانے میں لاکھوں کی تعداد میں جمع کردیا تھا، علمی افادہ و استفادہ کو ہر جگہ عام کردیا تھا کتب خانوں میں کتابیں ہی نہیں کاغذ و قلم بھی مفت مہیا کیا جاتا تھا بلکہ تشنگان علوم کو اپنی علمی تشنگی دور کرنے کے لیے مالی تعاون سے بھی گریز نہیں کیا جاتا تھا۔ ہم نے اس مقالہ میں قیام کتب خانے کے انہی عوامل و محرکات کی نشاندہی کی ہے جو عہد اسلامی میں کارفرما تھے جن کی وجہ سے گلی گلی کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا تھا۔

علم و کتاب فطرت کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے، عقل و شعور کی صحیح خطوط پر

رہنمائی کرنے اور انھیں پروان چڑھانے کا نہایت موثر ذریعہ ہے۔ اس سے انسان معراج کمال کو پاتا ہے۔ اسلام نے ایک مسلمان پر علم و ابلاغِ علم کو فرض کر کے کتابوں کے پڑھنے پھیلانے اور جمع کرنے کا پابند کیا تو کوئی گھر تھوڑے بہت ذخیرۂ کتب سے خالی نہیں رہا۔ اس لئے راز داری اور کسی طبقہ کی اجارہ داری کو جو انسانی مشترکہ ورثہ کے افادہ واستفادہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اور علم و کتاب کی اصل روح کے منافی ہے، کبھی برداشت نہیں کیا۔ اس لیے کتب خانوں کا وسیع تر سلسلہ اسلامی قلمرو میں برابر فروغ پاتا رہا۔

کتب خانہ بنی نوع انسان کی متاع مشترک کا مظہر ہے۔ مسلم معاشرہ میں کتب خانوں کے قیام کے جو مثبت و منفی فکری، ذہنی، اخلاقی، سماجی اور ثقافتی عوامل و محرکات اقراء کے نور کے پھیلانے اور کتب خانوں کی تشکیل و ترقی میں معاون رہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) علم عبادت و فضیلت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"[۱] ان کے پیرو یہ سمجھنے پر مجبور رہے کہ اکتساب علم خدا کی مکمل عبادت ہے علم اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اس نے انسان کو اس سے آراستہ کیا اور جن باتوں کو یہ جانتا نہ تھا ان کو جاننا فضیلت قرار دیا۔ آیت شریفہ میں فرمایا ہے: "وانزل اللہ علیک الکتٰب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما" (النساء - ۱۱۳) اور اللہ تعالیٰ نے اتاری تجھ پر کتاب اور حکمت اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔

اس فضل عظیم کے حصول کا ذریعہ کتب و کتب خانہ ہے۔ اس لیے بھی مسلمانوں نے اس کی تشکیل و تکمیل میں بہت زیادہ سرگرمی دکھائی۔

(۲) علم میراث انبیاء: ارسال رسل و تنزیل کتب کا مقصد وحید تعلیم کتاب اور حکمت تھا

---

[۱] سنن ابن ماجہ تحقیق محمد فؤاد عبدالباقی۔ القاہرہ، مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی ۱۳۷۲ھ ج ۱ ص ۸۱ (حدیث نمبر ۲۲۴)

انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے اس میراث سے بہرہ ور علماء کو انبیاء کا جانشین قرار دیا گیا۔ جانشینی کی سعادت حاصل کرنے کے جذبہ نے اُمتِ مسلمہ کو علم کا جویا اور جمع کتب کا شیدا بنادیا تھا۔

(۳) گھر میں کتاب رکھنا نبی کو مہمان رکھنا تھا: مسلم معاشرہ میں گھر میں کتاب رکھنے کو نبی کو گھر میں مہمان رکھنے کی سعادت سے بھلا کونسا مسلمان اپنے آپ کو محروم رکھتا اور ایسی خیر کی دعوت میں کون شرکت سے پہلو تہی کرتا۔ ہر ایک نے کتب خانہ سازی میں بقدر استطاعت حصہ لیا۔ چنانچہ ابو عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ نے جب جامع ترمذی کی تکمیل کی تو فرمایا "جس گھر میں یہ کتاب ہے اس گھر میں رسول بول رہا ہے[۱]"۔ جس کے پاس کتاب ہے اس کے گھر میں شریعت کا سرمایہ محفوظ ہے۔ ابو داؤد سجستانی المتوفی ۲۷۸ھ نے اپنی کتاب السنن کی تدوین کی تو فرمایا کہ "پوری کتاب کا ذکر ہی کیا اس کی چار حدیثیں ہی بنی نوع انسان کے کردار و سیرت کو بنانے اور اسے احکام الٰہی پر کاربند کرنے کے لیے کافی ہیں[۲]"۔

ان باتوں نے مسلمانوں کے دل و دماغ میں علمی ذخیرے کی عظمت و محبت بٹھائی، کتب خانوں کے قیام کو جی جان سے زیادہ عزیز بنایا چنانچہ دینی علم کا ذخیرہ گھر میں رکھنا مسلم معاشرے کا نہایت مقدس فریضہ بن گیا تھا۔ مردوں اور عورتوں سب ہی نے کتب خانہ سازی میں بھرپور حصہ لیا۔

(۴) علمی امانت کی پاسداری و ادائیگی: علم ایک امانت اور عالم آمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علوم اور فہم و بصیرت اس کو عطا کی ہے اسے کتابی صورت میں محفوظ کرنا، رکھنا اور اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا لازم ہے۔ اس پاسداری و ادائیگی کے لیے کتب خانہ ناگزیر ہے۔ اس میں کوتاہی کرنا اور خلق خدا کو فائدہ نہ پہنچانا خیانت ہے۔ اللہ تعالیٰ امانت علمی و مالی میں

---

[۱] البدایہ والنہایہ لابن کثیر مصر، مطبعہ السعادہ، ۱۳۵۱ھ، ج ۱۱ ص ۶۷

[۲] ایضاً ص ۵۵

خیانت روا نہیں رکھتا۔ قرآن کہتا ہے" یا ایھا الذین اٰمنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا اٰمنتکم وانتم تعلمون" (الانفال ۔ ۲۷) اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ سے اور رسول سے اور خیانت نہ کرو آپس میں امانتوں میں جان کر۔

(۵) تحفظ کتب: قرآن سے قبل کی صحف وکتب سماوی تحریف وبربادی کا شکار ہوتی رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حفظ وبقا کی کوئی ذمہ داری نہیں لی تھی بلکہ علماء اور حاملین کتاب کو ان کو پاسبان بنایا تھا۔ قرآن کہتا ہے:" انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء" (المائدہ ۔ ۴۴) ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، سارے نبی، جو مسلم تھے، اسی کے مطابق ان یہودی بن جانے والوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے اور اسی طرح ربانی اور احبار بھی کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔

اس سے یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ تحفظ کتب کی تحریک نے احکام الٰہی کے تحت جنم لیا تھا۔ امام فخر الدین رازی نے تصریح کی ہے کہ حفظ وتحفظ کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

۱۔ کتاب کو یاد رکھنا اور نہ بھلانا۔

۲۔ کتاب کی حفاظت کرنا اور اسکو ضائع نہ ہونے دینا۔

اللہ تعالیٰ نے علماء واحبار سے ان دونوں باتوں کا عہد لیا تھا کہ وہ اس کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں گے، پڑھائیں گے (سینوں سے سفینوں میں منتقل کریں گے اور کرائیں گے اس کے احکام کی پابندی کریں گے اس کی بتائی ہوئی باتوں کو نہ چھوڑیں گے[۱] اس سے معلوم ہوا کہ

---

[۱] التفسیر الکبیر للرازی، مصر، المطبعۃ البہیۃ المصریہ، ب، ت، ج ۱۱ ص۲ و روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المعانی تالیف محمود الالوسی، مصر، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ ب۔ت، ج ۶ ص۱۴۴

تحفظِ کتاب اور اس کا ابلاغ دونوں پسندیدہ اور مطلوب امر ہیں۔[1]

اس آیت شریفہ میں اس حقیقت کو بھی بتایا گیا ہے کہ اقوام و ملل کی ذلت و پسماندگی کا سبب کتابوں کا تحفظ نہ کرنا اور ان کے قریب نہ ہونا بھی ہے۔ اس تنبیہ سے صحابہ کو تحقیق و تجسس کا ایک اور میدان ہاتھ آیا اور انھوں نے حفظ کتب پر زور دیا۔ عربوں نے شروع میں گو حفظ کتب کے ضمن میں مواد علمی کو قید تحریر میں لانے پر زور نہیں دیا لیکن مواد جب زیادہ ہو گیا تو انھوں نے بھی سینوں سے سفینوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا تھا۔

(۶) فروغ علم و کتاب: علم کی برکت اس کو فروغ دینا، فروغ علم کے مواقع کو سعادت سمجھنا اور اس کو علم کی اولین برکات میں شمار کرنا بھی کتب خانوں کے قیام و فروغ کا محرک رہا۔ چنانچہ امام وکیع المتوفی ۱۹۷ھ فرماتے تھے "علم حدیث کی برکت دوسروں کو کتابیں دینے کا موقعہ ملنا ہے"[2] اور ابو وہب محمد بن مزاحم المتوفی ۲۰۷ھ کہتے تھے "علم کی سب سے پہلی برکت دوسروں کو کتابیں دینے کی سعادت حاصل کرنا ہے"[3] مذکورہ بالا اقوال میں رسائی کے پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے جس کی جگہ کتب خانہ ہے۔

(۷) ابلاغ علم: اسلام علم، حق و صداقت کو پھیلانے پر بہت زور دیتا ہے اور اس کو بڑے ہی اجر و ثواب کا کام بتاتا ہے۔ رسالت مآبؐ کا فرمان ہے "جس نے میری بات سنی اسے یاد رکھا اور جس طرح سنا اسی طرح اس کو پہنچایا، اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو روشن رکھے"[4] اس دعا

---

[1] مدارک التنزیل و حقائق التاویل تالیف عبداللہ النسفی، القاہرہ، المطبعۃ الامیریہ، ۱۳۴۳ھ ج ۱ صفحہ ۱۳۱

[2] ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی تحقیق مکس ریسویلر، لیڈن، مطبعہ بریل، ۱۹۵۲ء، صفحہ ۱۷۵

[3] ایضاً صفحہ ۵۹

[4] سنن ابی داؤد بتصحیح شیخ الہند دہلی، المطبع المجتبائی، ۱۳۱۸ھ، ج ۲ صفحہ ۱۵۹، المسند للامام احمد، مصر، المطبعۃ المیمنیۃ، ۱۳۱۳ھ، ج ۱ صفحہ ۴۳۷، ج ۳ صفحہ ۲۲۵، ج ۴ صفحہ ۸۰-۸۲، ج ۵ صفحہ ۱۸۳

خیانت روا نہیں رکھتا۔ قرآن کہتا ہے" یا ایھا الذین اٰمنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا اٰمنتکم وانتم تعلمون" (الانفال - ۲۷) اے ایمان والو! خیانت کرو اللہ سے اور رسول سے اور خیانت نہ کرو آپس میں امانتوں میں جان کر۔

(۵) تحفظ کتب : قرآن سے قبل کی صحف وکتب سماوی تحریف وبربادی کا شکار اسلئے بھی تختہ مشق بنی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حفظ وبقا کی کوئی ذمہ داری نہیں لی تھی بلکہ علماء اور حاملین کتاب کو ان کو پاسبان بنایا تھا۔ قرآن کہتا ہے:" انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء" (المائدہ - ۴۴) ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، سارے نبی، جو مسلم تھے، اسی کے مطابق ان یہودی بن جانے والوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے اور اسی طرح ربانی اور احبار بھی کیونکہ انھیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔

اس سے یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ تحفظ کتب کی تحریک نے احکام الٰہی کے تحت جنم لیا تھا۔ امام فخرالدین رازی نے تصریح کی ہے کہ حفظ وتحفظ کی دو صورتیں ہوتی ہیں :

۱۔ کتاب کو یاد رکھنا اور نہ بھلانا۔

۲۔ کتاب کی حفاظت کرنا اور اسکو ضائع نہ ہونے دینا۔

اللہ تعالیٰ نے علماء واحبار سے ان دونوں باتوں کا عہد لیا تھا کہ وہ اس کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں گے، پڑھائیں گے (سینوں سے سفینوں) میں منتقل کریں گے اور کرائیں گے اس کے احکام کی پابندی کریں گے اس کی بتائی ہوئی باتوں کو نہ چھوڑیں گے[۱] اس سے معلوم ہوا کہ

---

[۱] التفسیر الکبیر للرازی، مصر، المطبعۃ البہیۃ المصریہ، ب، ت، ج ۱۱ ص۶ و روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المعانی تالیف محمود الآلوسی، مصر، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ب، ت، ج ۶ ص۱۴۱

تحفظِ کتاب اور اس کا ابلاغ دونوں پسندیدہ اور مطلوب امر ہیں۔ ۱؎

اس آیت شریفہ میں اس حقیقت کو بھی بتایا گیا ہے کہ اقوام و ملل کی ذلت و پسماندگی کا سبب کتابوں کا تحفظ نہ کرنا اور ان کے قریب نہ ہونا بھی ہے۔ اس تنبیہ سے صحابہ کو تحقیق و تجسس کا ایک اور میدان ہاتھ آیا اور انھوں نے حفظ کتب پر زور دیا۔ عربوں نے شروع میں گو حفظ کتب کے ضمن میں مواد علمی کو قید تحریر میں لانے پر زور نہیں دیا لیکن مواد جب زیادہ ہوگیا تو انھوں نے بھی سینوں سے سفینوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا تھا۔

(۶) فروغ علم و کتاب : علم کی برکت اس کو فروغ دینا، فروغ علم کے مواقع کو سعادت سمجھنا اور اس کو علم کی اوّلین برکات میں شمار کرنا بھی کتب خانوں کے قیام و فروغ کا محرک رہا۔ چنانچہ امام وکیع المتوفی ۱۹۷ھ فرماتے تھے "علم حدیث کی برکت دوسروں کو کتابیں دینے کا موقعہ ملنا ہے" ۲؎ اور ابو وہب محمد بن مزاحم المتوفی ۲۰۷ھ کہتے تھے "علم کی سب سے پہلی برکت دوسروں کو کتابیں دینے کی سعادت حاصل کرنا ہے" ۳؎ مذکورہ بالا اقوال میں رسائی کے پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے جس کی جگہ کتب خانہ ہے۔

(۷) ابلاغ علم : اسلام علم، حق و صداقت کو پھیلانے پر بہت زور دیتا ہے اور اس کو بڑے ہی اجر و ثواب کا کام بتاتا ہے۔ رسالت مآبؐ کا فرمان ہے "جس نے میری بات سنی اسے یاد رکھا اور جس طرح سُنا اسی طرح اس کو پہنچایا، اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو روشن رکھے" ۴؎ اس دعا

۱؎ مدارک التنزیل و حقائق التاویل تالیف عبداللہ النسفی، القاہرہ، المطبعۃ الامیریہ، ۱۳۴۳ھ ج ۱ صفحہ ۱۲۱

۲؎ ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی تحقیق میکس ریسویلر، لیڈن، مطبعہ بریل، ۱۹۵۲ء، صفحہ ۱۷۵

۳؎ ایضاً صفحہ ۹

۴؎ سنن ابی داؤد بتصحیح شیخ الہند دہلی، المطبع المجتبائی، ۱۳۱۸ھ، ج ۲ صفحہ ۱۵۹، المسند للامام احمد، مصر، المطبعۃ المیمنیۃ، ۱۳۱۳ھ، ج ۱ صفحہ ۴۳۷، ج ۳ صفحہ ۲۲۵، ج ۴ صفحہ ۸۰-۸۲ ج ۵ صفحہ ۱۸۳

کا مصداق بننے اور آپ کے ارشاد بلغوا عنی ولو آیتہ [1] میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو، پر عمل کرنے کے جذبہ نے مسلمانوں کو علوم و فنون کی ترتیب و تدوین اور نقل و نسخ کتب پر آمادہ کیا۔ اہل علم کی کتابی ضروریات کو پورا کرنا بہت بڑی نیکی سمجھا گیا اسلئے انکا دائرہ کار شخصی کتب خانوں تک محدود نہیں بلکہ شاہی، خانقاہی، تعلیمی اور عوامی کتب خانوں تک پھیل گیا تھا۔ اسی جذبہ نے بستی بستی میں علمی ضروریات کی تکمیل کے لیے کتب خانے قائم کرنے پر مسلم قوم کو کمربستہ کیا۔

(۸) فراوانیٔ علم: علم بنی نوع انسان کی ظاہری و باطنی ترقی کا زینہ ہے اس کی کوئی غایت و نہایت نہیں ہے اس لیے اس میں اضافہ اور زیادتی ہر آن مطلوب و محبوب ہے۔ رسالت مآبؐ کی ذات سرچشمۂ علوم و فنون تھی اور آپ کو علوم و معارف کا نہایت بلند مقام حاصل تھا۔ باایں ہمہ آپ کو اگر کسی چیز کے بیش از بیش طلب کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ طلب علم کا حکم تھا۔ چنانچہ ہدایت کی گئی "قل رب زدنی علما" اور کہیے اے رب مجھے زیادہ سے زیادہ علوم و معارف عطا فرما۔ چنانچہ آپ دعا کرتے تھے اللھم انی اسألک علما نافعا الخ [2] اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم مانگتا ہوں۔ یہ حکم اگرچہ افضل رسل کو دیا گیا تھا لیکن اس حکم میں اُمّت مسلمہ کا ہر فرد بدرجہ اولیٰ داخل ہے۔ نمو علم کے جذبہ کو برقرار رکھنے کا کامیاب ذریعہ کتب و کتب خانہ ہے۔ اضافہ علم کی اصل غایت حصول علم کی جدوجہد میں کسی درجہ پر بھی قناعت نہ کرنا ہے۔ اس راہ میں اکتفاء و استغناء جہالت کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ مشہور مفسر سعید بن جبیر تابعی فرماتے تھے "آدمی جب تک سیکھتا رہتا ہے وہ برابر عالم رہتا ہے اور جب وہ علم کو چھوڑ بیٹھتا ہے اور جو اس کے پاس ہوتا ہے اس کو کافی سمجھ بیٹھتا ہے وہ جاہل رہ جاتا ہے" [3]

---

[1] - صحیح البخاری بحواشی احمد علی السہارنپوری، لکھنؤ، المطبع المصطفائی ۱۳۰۷ھ ج ۱ ص ۴۹۱

[2] - المسند للامام احمد، ج ۶ ص ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۱۱، ۳۲۲

[3] - الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی تحقیق اسماعیل الانصاری، بیروت، دار احیاء السنۃ النبویہ ۱۳۹۵ھ، ج ۲ ص ۱۶۰

(۹) وقف : لغت میں وقف کے معنی روکنے کے ہیں[۱] شرع میں کسی شئے کا مالک بننے سے اپنے آپکو روکنا اور منافع کا صدقہ کرنا ہے یعنی مالک کا کسی چیز کو نہ اپنی ملک میں رکھنا اور نہ کسی کی ملک میں دینا[۲] اس سے معلوم ہوا کہ وقف میں اصل شئے باقی رہتی ہے جن کے لیے وہ وقف کی جاتی ہے ان کو اسکے منافع سے بہرہ مند ہونے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس کا بیچنا، وقف کرنا یا کسی کو اس کا وارث بنانا جائز نہیں ہے۔ اس کا مقصد خیر خواہی، رضا جوئی اور اجر و ثواب ہے۔ شریعت نے انسان کو اپنی حیات میں سب کچھ وقف کرنے کا حق دیا ہے لیکن زندگی کے آخری لمحات میں ایک تہائی مال تک وقف کرنا بلا کراہت درست رکھا ہے[۳] وقف ہی وہ تحریک ہے جس نے علمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اوقاف کا نہایت عظیم الشان سلسلہ قائم کیا ہے اس کی وجہ سے جگہ جگہ کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا اور آتا رہے گا۔

(۱۰) صدقۂ جاریہ : انسان کی اصل حیات روح کی حیات سے عبارت ہے۔ مرنے کے بعد عذاب و ثواب روح کو ہوتا ہے اس کو بقاء اور دوام حاصل ہے اس لیے دائمی اجر و ثواب کی بھی ضرورت ہے۔ روح کی تازگی و تابندگی کے لیے بندگی کی جاتی ہے، عبدیت کے اظہار میں فرد کا افراد اور سماج کے لیے ایثار و قربانی کرنا، کھیتوں کو پانی دینا، مویشیوں کو سیراب کرنے کے لیے نہریں جاری کرانا، پیاسوں کی پیاس بجھانے کے لیے کنوئیں کھدوانا، یا دالہی کے لئے

---

[۱] مقاییس اللغہ لابن فارس تحقیق عبدالسلام محمد ہارون، القاہرۃ، عیسی البابی الحلبی، ۱۳۷۱ھ، ج ۶ ص ۱۳۵ المغرب فی ترتیب المعرب تالیف ناصر المطرزی، حیدرآباد الدکن، مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۸ھ ج ۲ ص ۲۵۹، کتاب التعریفات للسید الشریف علی الجرجانی، بیروت: مکتبہ لبنان ۱۹۶۹ء ص ۲۷۴

[۲] الہدایہ للمرغینانی بحواشی محمد عبدالحی لکھنو، المطبع المصطفائی، ۱۲۹۳ھ، ج ۱ ص ۲۱۷ — ۲۱۸

[۳] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، تالیف علاء الدین الکاشانی، مصر، مطبعۃ الجمالیہ ۱۳۲۸ھ، ج ۶ ص ۲۲۳

مسجدیں بنوانا، مسافروں کی جسمانی راحت، ذہنی کلفت کو دور کرنے کے لیے بیابانوں میں سرائیں بنوانا، معاشرے میں جہالت دور کرنے کے لیے مدرسے تعمیر کرانا، علمی کم مائیگی اور تشنگی کو دور کرنے کے لیے کتب خانے قائم کرنا، کتابیں وقف کرنا، فکری قوتوں کو پروان چڑھانے کے لیے کتابیں دینا ایک ایسا عمل ہے جس سے خلق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے اس کا نام صدقہ جاریہ ہے[1]

(۱۱) وصیت: "و ص ی" کے مادہ میں ملنے، پیوستہ ہونے کے معنی ہیں وصیت میں بھی ایک بات کو دوسری بات سے ملایا جاتا ہے اسلئے اس کو وصیت کہا جاتا ہے[2] وصیت بھی مردے کے سابقہ ذخیرہ ثواب میں اجر کے نئے ترقی پذیر سلسلہ کو پیوستہ کرتی ہے[3] شرعی اصطلاح میں وصیت مرنے کے بعد کسی کو کسی چیز کا یا کسی منفعت کا بطریق احسان مالک بنانا ہے[4]۔ ایمان لانے کے بعد انسان سے جو کوتاہیاں ہوتی ہیں اس کی تلافی کرنے اور اس کے اجر و ثواب کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے شریعت نے وصیت کی اجازت دی ہے[5]۔ زندگی کے آخری لمحات میں جب آل اولاد اور بھائی بندوں کی محبت انسان کا دامن

---

[1] مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح ملا علی القاری، بمبئی، اصح المطابع، ب، ت، ج ۱ ص ۲

[2] مقائیس الفقہ، ج ۶ ص ۱۱۶، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، مصر، دار الطباعۃ ۱۲۵۴ھ ج ۴ ص ۳۴۱

[3] لسان العرب لابن منظور الافریقی، مصر، المطبعۃ الکبری الامیریہ، بولاق، ۱۳۰۰ھ ج ۱۵ ص ۹۵

[4] تبیین الحقائق فی شرح کنز الدقائق للزیلعی، مصر، المطبعۃ الامیریۃ الکبری، ۱۳۱۵ھ ج ۶ ص ۱۸۱-۱۸۲، غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار از خرم علی بلہوری، لکھنؤ، نولکشور، ۱۹۰۳ء ج ۴ ص ۲۹۵، شرح الکنز للعینی، مصر، المطبعۃ المصریہ بولاق، ۱۲۸۵ھ، ج ۲ ص ۳۳۲

[5] حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار، ج ۴ ص ۳۳۲

پختگی اور عالم قدس کی کشش اسے اپنی طرف کھینچتی ہے اس وقت جو اپنا رشتہ خدا سے استوار رکھنا چاہتا ہے وہ اپنی کتابوں اور کتب خانہ کے کسی فرد یا مسجد یا کسی مدرسے یا کسی ادارے کے لیے وصیت کر جاتا ہے۔

(۱۴) عاریت: شریعت میں کسی شے کے منافع کا مفت مالک بنانا ہے جیسے گھوڑا سواری کے لیے یا کتاب پڑھنے کے لیے دینا[1] فائدہ مند چیز کے دینے کی اسلام تعلیم دیتا ہے ایسی چیزوں کے دینے سے پہلوتہی کرنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ قرآن کہتا ہے "ویمنعون الماعون" اور وہ برتنے کی چیزیں عاریت نہیں دیتے ہیں۔ ماعون، اعانت کا اسم مفعول ہے۔ اس کا مطلب "قوت" سے "سامان" سے "اسباب یسیرہ" سے مدد کرنا ہے[2] ابو عبیدہ، زجاج، مبرد[3] ہر مفید و مستعار چیز کو ماعون کہتے ہیں۔ یہی ابن جریر طبری کا مختار ہے[4] فیروز آبادی کے نزدیک یہ اضداد سے ہے۔ یعنی ہر وہ شے جو حاجتمند کو دیجائے اور جس سے اس کو روکا جائے ماعون ہے[5] قطرب ماعون کو بروزن فاعول معن سے ماخوذ مانتے ہیں جس کے معنی "شئے قلیل" کے ہیں۔ جو چیز مانگی جاتی ہے وہ بھی کثیر کے مقابلہ میں قلیل ہوتی

---

[1] غایۃ الاوطار، ج ۴ ص ۲۸۳

[2] احکام القرآن لابن العربی تحقیق علی محمد البجاوی، ط ۲، القاہرۃ، عیسی البابی الحلبی ۱۳۸۸ھ، ج ۴ ص ۱۹۸۳

[3] الجامع الاحکام القرآن تالیف محمد بن احمد القرطبی، القاہرۃ مطبعۃ دار الکتب المصریہ ۱۳۵۴ھ، ج ۲۰ ص ۲۱۴

[4] جامع البیان عن ای القرآن لابن جریر الطبری، ط ۲، مصر، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ۱۳۷۳ھ ج ۳۰ ص ۳۰۳-۳۰۶، البحر المحیط تالیف ابوحیان محمد بن یوسف الاندلسی، مصر، مطبعۃ السعادہ، ۱۳۲۸ھ، ج ۸ ص ۵۱۹۔

[5] بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز للفیروز آبادی تحقیق محمد علی النجار، القاہرہ، المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ ۱۳۸۲ھ، ج ۵ ص ۱۸۴

ہے اسلئے اسے ماعون کہتے ہیں[1] ائمہ لغت کی مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ماعون کی تفسیر میں مفسرین سے جو مختلف اقوال، عاریت اور گھر کا سامان وغیرہ منقول ہیں[2] وہ سب مراد ہوسکتے ہیں کیونکہ یہ آلات وسامان حاجت کے وقت دینا واجب ہوتا ہے ان کو نہ دینے والا اوران سے روکنے والا ملامت کا مستحق ہے۔ ویسے بھی ان چیزوں کے دینے سے گریز کرنا مسلمانوں کے اخلاق سے بعید ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے "میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں"[3] اس سے ثابت ہوا کہ علمی ضروریات کی تکمیل بھی مکارم اخلاق میں داخل ہے کافروں اور منافقوں کے شعار اور آیت شریفہ کی وعید سے بچنے کے لیے مسلمانوں نے کتابی تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور جگہ جگہ کتب خانے قائم کیے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ عاریت دینا بہت پسندیدہ بات ہے، حاجت مند مجبور و مضطر ہوتا ہے وہ ضرورت کے تحت مانگتا اور لیتا ہے اس کے برعکس صدقہ وخیرات محتاج اور جو محتاج نہیں ہوتا وہ بھی لے لیتا ہے۔ عاریت اور قرض حاجتمند ہی لیتا ہے اس لیے عاریت کا اجر و ثواب بھی صدقہ وخیرات سے کئی گنا زیادہ ہے پھر اس میں دینے والا اللہ تعالیٰ کی نیابت کا شرف اور اخلاق ربانی کی صفت سے آراستہ ہونے کی سعادت بھی حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ آیت شریفہ "امن یجیب المضطر اذا دعاہ" (النمل - ۶۲) کون پہنچتا ہے بیکس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے۔ اس امر کی شاہد ہے۔ فقہاء نے اس اصول کی تصریح کی ہے کہ کارآمد اور مفید چیزوں کو بلا معاوضہ عام کرنا ضروری ہے[4]

---

[1] احکام القرآن لابن العربی، ج ۴ ص ۱۹۷۳

[2] الدر المنثور فی تفسیر بالماثور للسیوطی، طہران، المکتبۃ الاسلامیہ، ب۔ت، ج ۶ ص ۳۹۹ - ۴۰۱۔

[3] احکام القرآن للجصاص، آستانہ، مطبعۃ الاوقاف، ۱۳۲۵ھ، ج ۳ ص ۴۷۸

[4] القواعد لابن رجب، مصر مکتبۃ الخانجی، ۱۳۵۲ھ، ص ۲۲۵

فقیہ ابن رجب کتاب القواعد میں رقم طراز ہیں "وہ چیزیں جن سے فائدہ اٹھانے کی حاجت رہتی ہے انہیں بکثرت پھیلانا یا وہ منافع جن کی طرف احتیاج ہوتی ہے انہیں بلامعاوضہ مفت پھیلانا اور خرچ کرنا چاہیئے۔ اس قسم کے مسائل میں سے مصحف کا مسئلہ بھی ہے کہ جس کو قرآن پڑھنے کی حاجت ہو اس کو قرآن پڑھنے کے لئے عاریت دینا اور اگر اس مصحف کے سوا کوئی مصحف نہ ملتا ہو تو قاضی کو اس مصحف کو بڑی جامع میں رکھنا واجب ہے، ابن عقیل نے تصریح کی ہے کہ حنفی فقہاء نے ائمہ فقہ کے اس قول کو کہ "مصحف چرانے والے کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا" کی یہی علت بیان کی ہے کہ اس میں غور وفکر کرنے، احکام شرع کے استنباط واستخراج کرنے کا حق (اہلِ علم کو) حاصل ہے اور یہ ایسی علت ہے جو سارقِ مصحف وسارقِ کتب سنن میں مشترک ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی قسم کے احکام کی جامع ہیں اور حاکموں، قاضیوں اور مفتیوں کو اس کی حاجت رہتی ہے جن لوگوں کے پاس ایسی کتابیں نہیں ہیں انہیں ان کتابوں کو عاریت دینا ضروری اور واجب ہے [1]

(۱۳) ہبہ: لغت میں ہبہ کے معنی دینا اور عطا کرنا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں بلامعاوضہ کسی چیز کا کسی کو مالک بنانا ہے [2] اس سے دینے والے کا مقصد خیر خواہی ہوتا ہے خواہ دنیوی ہو جیسے محبت ونیک نامی خواہ اخروی ہو جیسے خلوص نیت سے اجر آخرت کی امید [3]۔ اسی وجہ سے اہل علم میں کتابیں ہبہ کرنے کا چلن تھا اور اجر آخرت کی خاطر کتب خانے قائم کرنے کا رواج۔

(۱۴) ھدیہ: تحفہ دینا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے کہ "ایک دوسرے

---

[1] القواعد لابن رجب، ص ۲۲۵ - ۲۲۶

[2] حاشیہ الطحطاوی، ج ۳ ص ۳۹۲، کتاب التعریفات للجرجانی، ص ۲۷۳، غایۃ الاوطار ج ۴ ص ۴۹

[3] ایضاً ج ۴ ص ۴۹

کو ہدیہ دیا کرو، اس سے آپس میں محبت و اُلفت بڑھتی ہے[1] اس میں مالی، علمی اور کتابی ہدیئے سب ہی داخل ہیں۔

(۱۵) جود وسخا: اسلام نے جود و سخاوت کو مکارم اخلاق میں نہایت اعلیٰ درجہ دیا ہے۔ جواد اور سخی ہونا بڑے حوصلہ کی بات ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو اس امر کی تعلیم دیتا اور مالی، علمی و کتابی سخاوت کو پسند کرتا ہے۔

جود کے معنی جو چیز جس کے مناسب ہے اسے عطا کرنا ہیں۔ اس اعتبار سے جود اپنے اندر بہت وسعت و عموم رکھتا ہے۔ علوم و معارف اور ہدایت و دولت سب کچھ اس میں داخل ہے۔ جواد بکثرت جود و سخاوت کرنے والے کو کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جود ایک ملکہ و استعداد ہے اور سخاوت اس کا ثمرہ ہے[2] امام ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے کہ "مومن پر اپنی اولاد کو ایمان و توحید اور سخاوت و احسان کی تعلیم دینا واجب ہے"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماتریدی کے نزدیک سخاوت کی تعلیم بھی فرض عین ہے[3]

(۱۶) ایثار کے معنی دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دینا ہے[4] یہ بات قوت یقین، محبت و صبر سے پیدا ہوتی ہے۔ انسان کو جن چیزوں سے محبت ہوتی ہے اور جن کی اسے حاجت رہتی ہے ان میں دوسروں کی احتیاج کو مقدم رکھنا،

---

[1] الادب المفرد للبخاری، تحقیق لسان الدین الخطیب، القاہرۃ، مکتبۃ السلفیہ، ۱۳۷۹ھ ص۲۰۸
الفیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، مصر، مطبعۃ مصطفیٰ محمد، ۱۳۵۶ھ ج ۳ ص۲۷۱

[2] فضل الباری (شرح اردو) صحیح البخاری از شبیر احمد عثمانی، کراچی، ادارۃ علوم شرعیہ، ۱۳۹۳ھ ج ۱ ص۲۰۱

[3] حاشیہ الطحطاوی، ج ۳ ص۳۹۲، غایۃ الاوطار ج ۴ ص۲۹۰

[4] الجامع الاحکام القرآن للقرطبی، ج ۸، ص۲۶، احکام القرآن لابن العربی، ۴ ص۱۷۶۷

ترجیح دینا بہت اعلیٰ ظرفی کی بات ہے۔ چنانچہ دوسروں کو کتابیں دینا، اپنے یہاں نقل کی سہولت فراہم کرنا، نقل کرا کر پہنچانا، یہ سب ایثار و قربانی کا کرشمہ تھا جن کی وجہ سے کتب خانے اسلامی قلمرو میں ہر جگہ فروغ پاتے رہے اور کتابوں کی داد و ستد کا نظام معاشرہ میں قائم تھا۔ چنانچہ ابو العتاہیہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کتاب مانگی، ابو العتاہیہ نے کہا میرا جی کتاب دینے کو نہیں چاہتا، اس نے کہا "اما علمت ان المکارم موصولہ بالمکارہ" کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جن چیزوں کے دینے کو جی نہیں چاہتا انھیں دینا بلند اخلاقی کی بات ہے۔ اُسنے فوراً کتاب دے دی[1] قرآن نے کہا "ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ہ" (الحشر - ۹) اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

وہ لوگ جو خود سختیاں برداشت کر کے دوسروں کے آرام و راحت کا سامان کرتے ہیں اور دوسروں کی علمی ضرورتوں کی تکمیل کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں سرخروئی نصیب ہوتی ہے۔

(۷) احسان : یہ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) دوسروں پر انعام و اکرام کرنا، اور (۲) اپنے کام میں حسن پیدا کرنا۔ یہ بات حسن علم و حسن عمل سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ حضرت علیؓ کا قول ہے "الناس ابناء ما یحسنون" لوگ اپنے علم و فضل اور اعمال حسنہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے "ان احسنتم احسنتم لانفسکم" (بنی اسرائیل - ۷) اگر بھلائی کی تم نے تو بھلا کیا اپنا۔ احسان ایک خوبی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور اسے سراہا ہے

---

[1] تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، تالیف بدرالدین ابراہیم ابن جماعہ الکنانی حیدر آباد الدکن، ادارہ جمعیتہ دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۵۳ھ، ص ۱۶۸

ارشاد باری تعالیٰ ہے " ان اللہ یامر بالعدل والاحسان " (النحل ۔ ۹۰) اللہ انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ احسان کا مرتبہ عدل سے بھی بلند ہے کیونکہ دوسرے کا حق پورا دینا اور اپنا حق پورا لینا عدل ہے ۔ دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دینا اور اپنے حق سے کم لینا احسان ہے۔[1] انسان پر عدل فرض ہے لیکن احسان کرنا پسندیدہ امر ہے اس لیے فرمایا گیا ہے " احسنوا ان اللہ یحب المحسنین " (البقرہ ۔ ۱۹۵) بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ " احسن کما احسن اللہ الیک " (القصص ۔ ۷۷) تو احسان کر جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا ہے ۔

احسان کی منجملہ اور صورتوں کے ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس طرح دوسروں سے کتابیں حاصل کی جاتیں اسی طرح دوسروں کو بھی اپنی کتابیں مہیا کرے اور بلا امتیاز قوم و ملت ہر ایک پر کتب خانے کا دروازہ کھلا رکھے ، جن کتابی مشکلات سے خود دوچار ہوا ہے ان مشکلات سے دوسروں کو بچانے کا جذبہ کتب خانوں کے قیام اور اہتمام کا محرک رہا ہے ۔

(۱۸) تعاون : اسلام نے اس کا حکم دیا ہے ۔ قرآن کہتا ہے " تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان " (المائدہ ۔ ۲) جو کام نیکی اور خداترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو ، جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیکی اور خداترسی کے کاموں میں ہاتھ بٹانا واجب ہے۔[2]

---

[1] المفردات فی غریب القرآن تحقیق محمد سید کیلانی ، مصر ، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ، ۱۳۸۱ھ ، ص۱۱۹

[2] احکام القرآن للجصاص ، ج ۲ ص۳۸۱

رسالت مآبؐ کا ارشاد ہے "الدال علی الخیر کفاعلہ" نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔ مفسر ابن عطیہ نے تصریح کی ہے کہ لفظ 'بر' واجب و مستحب دونوں کو شامل ہے اور تقویٰ واجب کی رعایت کو کہتے ہیں۔ ماوردی نے کہا ہے "بر و تقویٰ کے ساتھ تعاون کا ذکر اسلیے کیا گیا ہے کہ تقویٰ میں اللہ کی خوشنودی اور بر میں لوگوں کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ یہی سعادت و نعمت کی تکمیل ہے[1]۔ ابن خویز منداد نے اپنے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ تعاون کئی طرح ہوتا ہے چنانچہ عالم پر لازم ہے کہ وہ اپنے علم سے لوگوں کی مدد کرے، مالدار پر ضروری ہے کہ وہ اپنے مال سے تعاون کرے اور مسلمانوں پر آپس میں ایک دوسرے کی مدد و نصرت لازم ہے[2]۔ شخصی، شاہی اور علمی کتب خانوں سے استفادہ کے لیے دوسروں کو موقعے فراہم کرنے کا اصل محرک یہ تعاون کا جذبہ تھا۔ جو ہمیشہ بڑھتا رہا اور کتب خانوں کی خدمات میں اضافہ ہوتا رہا۔

(۱۹) مثالی انسان بنا: جو آدمی دوسروں کی مدد کرتا، انھیں فائدہ پہنچاتا، اسلام اسکو معاشرے میں سب سے بہتر انسان قرار دیتا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "خیر الناس انفعھم الناس"[3] بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچاتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ مفید کام وہی ہے جس کا اجر و ثواب منقطع نہیں ہوتا اور وہ اقرا کے نور کو پھیلانا، کتابیں لکھنا، پڑھنا، دینا، کتب خانے قائم کرنا ہے۔ تاکہ کتاب زندگی سنور سکے اور سیرت و کردار کی مثالی تعمیر ہو سکے۔

---

[1] فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر تالیف محمد بن علی الشوکانی، مصر، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۵۰ھ، ج ۲ ص۶

[2] الجامع الاحکام القرآن، ج ۶ ص۴۷

[3] فیض القدیر، ج ۳ ص۴۸۱

(۲۰) انفاق : خدا کی راہ میں خرچ کرنا یہ اُمت اور معاشرے کی مصلحت عامہ سے عبارت ہے لے نیکو کار کا شیوہ و مومنین کی صفت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے " ومما رزقناھم ینفقون" (البقرہ - ۳) جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اسے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں لفظ " ما " عام ہے اس میں ہر چیز داخل ہے کہ یہ البیان سے ... لوشکر اس کو ملتا ہے " وما تنفقوا من خیر فلانفسکم " (البقرہ - ۲۷۲) اور ... جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے بھلا ہے۔ اسی لیے ہدایت کی گئی ہے کہ یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ماکسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض اپنی کمائی اور حاصل کی ہوئی چیزوں میں سے پاکیزہ اور اچھی چیزیں نکالو (البقرہ، ۲۶۷) لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون اور سب سے بہتر و محبوب چیزوں کو (آل عمران، ۹۲) خبیث و ناپاک چیزوں سے احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے روکا گیا ہے۔ (البقرہ ۲۶۲ - ۲۶۷) انفاق کا اجر دوگنا، چوگنا بلکہ سات سو گنا تک بتایا گیا ہے یہ کبھی عددی اور کبھی معنوی ہوتا ہے کہ حزن و خوف نہیں رہتا ہے تے تمام رفاہی و فلاحی کام اور کارنامے مسجدیں، سرائیں، مدرسے اور کتب خانے اسی انفاق کی وجہ سے قائم ہوئے اور پروان چڑھے ہیں۔ کتابوں پر رقم خرچ کرنا سماج سے علمی افلاس کا خاتمہ کرنا شرف انسانی کا موجب سمجھا جاتا ہے، اس لیے عرب کتابوں پر روپیہ خرچ کرنے اور ان کا ذخیرہ کرنے کو بہت پسند کرتے اور اسے شرف انسانی کی علامت سمجھتے تھے ہے

لے الانفاق فی سبیل اللہ مع اللہ لمحمد البہی، الفکر الاسلامی، ج ۷، شمارہ ۳ (۱۳۹۰ھ) ص۱۱

کے جامع البیان عن ای القرآن: ج ۱ ص۱۰۵

تے الفکر الاسلامی، ص۱۵

ہے رسالۃ فی مدح الکتب للجاحظ، سرمز ج ۱۱ شمارہ ۲ ص۳۳۴ (۱۹۰۰ء)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین نجد میں لیلیٰ کو ڈھونڈنے والے مجنوں ہی نہ تھے بلکہ حقائق اشیاء کو جاننے پہچاننے اور ذہن انسانی کی فکری کاوشوں اور علمی تحقیقات سے زیادہ سے زیادہ بہرہ ور ہونے کے لیے کتابوں کے پرستار بھی کم نہ تھے۔ سماج نے عربوں کے یہ امر ذہن نشین کرایا تھا کہ نفسانی لذت سے زیادہ علمی اور روحانی لذت کی تسکین پر خرچ کرنا چاہیئے اسلئے وہ اپنی دولت کا بیشتر حصہ حصول کتب پر خرچ کرتے تھے۔

(۲۱) بخل: لغت میں بخل اپنے جمع کیے ہوئے ذخیروں کو خرچ کے مقامات پر خرچ نہ کرنا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) انسان اپنی چیزوں کو خرچ نہ کرے (۲) دوسروں کو خرچ کرنے سے روکے۔ یہ دونوں باتیں بری ہیں۔ البتہ دوسری قسم پہلی سے بھی بدتر ہے۔ قرآن نے دونوں قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔" ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ" (محمد - ۳۸) اور جو بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا " الذین یبخلون ویأمرون الناس بالبخل ویکتمون ما اتٰھم اللہ من فضلہ واعتدنا للکفرین عذابا مھینا" (النساء - ۳۷) جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل سکھاتے ہیں اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لیے عذاب ذلت کا۔

یعنی جو لوگ اپنے مال اور علم خداداد کو لوگوں سے چھپاتے ہیں کسی کو نفع نہیں پہنچاتے ہیں اور قولاً اور عملاً علمی ضرورتوں کو پورا کرنے سے روکتے ہیں وہ بھی اس وعید کے مصداق ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ایک مومن میں یہ دو خصلت جمع نہیں ہوتی ہیں۔ بخل اور کج خلقی [۲]۔

---

[۱] المفردات فی غریب القرآن، ص ۳۸

[۲] الادب المفرد، ص ۱۰۶-۱۰۷

علم وکتاب بنی نوع انسان کی متاع مشترک ہے۔ اس سے متمتع ہونا اور دوسروں کو فائدہ اٹھانے دینا کتاب کے بنیادی مقصد "استعمال" اور فیض رسانی کے مطابق ہے۔ اسلام فرد واحد کو اپنی ملکیت میں اس قسم کے ناروا تصرف کا اختیار نہیں دیتا کیونکہ اس سے علمی ترقی کے راستے بند ہوتے ہیں۔ اسلام میں حوائج ضروریہ سے زائد چیزوں کو بلا وجہ اپنے پاس رکھنا اور دوسروں کو بہرہ ور نہ ہونے دینا حق واجب سے محروم کرنا اور ادائیگی حق واجب میں مانع بن جانا بخل ہے۔[2] اس سے وہ اپنے پیروکاروں کو سختی سے روکتا ہے۔

(۲۲) اکتناز ولکاثر: مال و دولت اور ضروری سامان کی اس طرح ذخیرہ اندوزی جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے روا نہیں، اسی طرح سے کتابوں کی ذخیرہ اندوزی کرنا کہ کسی کو اس کی ہوا نہ لگنے دینا نہ خود اس سے بہرہ مند ہونا اور نہ حاجت مندوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دینا کتاب کے بنیادی مقصد سے انحراف کرنا ہے۔ ابوحیان توحیدی المتوفی سنہ ۴۰۰ھ نے اس قسم کے کتبخانہ سازوں کی سخت مذمت کی ہے۔ وہ کہتا ہے: "کتابوں کا جمع کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سونا چاندی جمع کرنے والا اس کا مشتاق بدترین قسم کا لالچی ہوتا ہے اس کا عاشق ایسا ہے جو کثرت پر اتراتا ہے"[3] اور اسی لیے ابن الجوزی نے کہا "جس کے پاس کتابوں کا ذخیرہ ہو اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ حاجت مندوں کو کتابیں عاریت دینے میں بخل نہ کرے۔ اسے طلبہ و اساتذہ کی مشکلات کو حل کرنا چاہیے۔ طلبگاروں کو فائدہ نہ پہنچانا علم اور کتاب کے معاملہ میں ان سے پہلو تہی کرنا ان کو علم سے محروم کرنا ہے، ان باتوں سے بچنا چاہیے یہ مصائب کا پیش خیمہ ہوتی ہیں"[4]

---

[1] The Encyclopaedia Britannica Vol 13, P.1031

[2] الطب الروحانی لابن الجوزی، دمشق، مطبعۃ الترقی، ۱۳۴۸ھ، ص

[3] معجم الادباء۔ یاقوت ۶۲۶ھ، مصر، مطبعہ ہندیہ، ۱۹۲۳ء ج ۵ ص

[4] کتاب الآداب الشرعیہ والمصالح المرعیہ تالیف محمد ابن مفلح الحنبلی، مطبعۃ المنار ۱۳۴۹ھ ج ۳ ص ۱۷۸